سرسید،شبلی،شرراورابوالکلام آزاد کی فکری مماثلتیں

ڈاکٹر محمد امین خاور، پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج کاموںکے، گوجرانوالہ

Abstract

A comparative analysis of the four writers has been presented in this essay. The writer has brought under discussion some of the pillars of Urdu literature, who helped the language stand on its feet. The various dimensions of the particular prase styles of the writers have been highlighted. The precedents set by these writers in history writing are still being followed in the contemporary world. Urdu Journalism that started in the era of Sir Syed was taken to its climase by Shibli, Sharar and Abul Kalam. Relegious and educational values of Sir Syed and Shibli have been aptly depicted by the essay writer. The various prose techniques of British era have been taken to their nadir by these writers. The essay is speciallyment for general readers and students who wish to acquire facility and proficency in study of these authors writings.

اُردو ادب کی دوڈھائی سو سالہ تاریخ کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہوئی ہے کہ اس دوران آسمان ادب پر بعض طلسماتی شخصیات کا ظہور ہوا جنہوں نے ادبی دھاروں کا رُخ موڑ کر اسے نئے زاویوں سے روشناس کرایا۔ان کی فکری وفنی بصیرت اور بصارت کے بغیر اُردو ادب کا ہر باب ادھورا ہے۔یوں تو مجموعی طور پر اس دور میں شعراء وادباء کی ایک کہکشاں نظر آتی ہے لیکن زیرِ نظر تحریر میں سرسید،شبلی،شرراور مولانا ابوالکلام آزاد کی فکری مماثلتوں کا جائزہ لینا مقصود ہے۔

علم وفضل اور نقل وعمل کے اعتبار سے یہ قابل احترام شخصیات اپنے ہم عصروں کے مقابلے میں زیادہ قدآور ہیں۔اس کا سبب ان کا ملی و مذہبی نقطہ نظر ہے۔اس عہد کا نوجوان طبقہ مغربی تہذیب وتمدن کی چمک دھمک سے مسحور ہو رہا تھا۔ان بزرگوں نے تخیل وجذبات کے نئی شمعیں روشن کیں۔سرسید احمد خان نے ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا جس میں مسلمانوں کو ذمہ دار ٹھہرا کر ہر طرح کی اذیتوں سے دوچار کیا گیا۔سرسید احمد خاں نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے تعلیمی ادارے قائم کر کے علم کی روشنی کے دروازے سب پر کھول دیئے۔اس کے نتیجے میں ایک ایسی تحریک وجود میں آئی جس نے بے سہارا قوم کو سہارا دینے کی کوشش کی۔سرسید احمد خان نے ادب، سائنس، سیرت اور صحافت پر بہت کچھ لکھا۔ان کی تحریروں کا بنیادی مقصد عوام الناس کی راہنمائی اور معاشرے کی اصلاح تھی۔سرسید احمد خان کی عہد آفرین شخصیت نے کئی اہل قلم کو متاثر کیا۔جن میں شبلی،شرراور ابوالکلام آزاد شامل تھے۔شبلی نعمانی ۱۸۸۱ء میں تحریک سرسید سے متاثر ہو کر علی گڑھ کالج سے منسلک ہوگئے۔ یہاں مولانا حالی نے ان کی شاعرانہ

صلاحیتوں کوجدید شاعری اورقومی پیغام کے لئے آمادہ کیا اورمشہور مشترق پروفیسر آرنلڈ نے انگریزی اورفرانسیسی سے آشنا کرا کے جدید تحقیق وتنقید کا ذوق پیدا کیا۔شبلی نے ۱۸۹۲ء میں اپنی بعض تصانیف کے مواد کے حصول کے لئے شام،مصراور ترکی کا سفر کیا۔۱۸۹۴ء میں ندوۃ العلماء کی بنیاد رکھی تا کہ علوم دین کی ترقی اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کی تدبیریں سوچی جائیں۔ان کے علمی کارناموں میں ''الفاروق''،''سیرت عائشہ''،''شعرالعجم''،''المامون''،''سیرۃ النعمان''،''الغزالی''اور''سوانح مولانا روم''وغیرہ اہم ہیں۔ان کا یادگار کارنامہ''سیرۃ النبی''(پہلی جلد) ہے۔

عبدالحلیم شرر کی ادبی زندگی کا آغاز مضمون نویسی سے ہوا۔ان کا رسالہ''دلگداز'' تقریباً نصف صدی تک علم وادب کی آبیاری کرتا رہا۔اس پرچے کے ذریعے انہوں نے مضمون، ناول اور جدید شاعری کا آغاز کیا۔کئی اخبارات ورسائل جاری کئے جن میں''مہذب''،''پردہ عصمت''،''الفرقان''،''اتحاد''،''دل آفروز''،''تحریف''اور ''مورخ'' مشہور ہیں۔شرر اُردو میں تاریخی ناول اور نظم معریٰ کے بانی ہیں۔ان کے ناولوں اور رسائل میں مسلمانوں کی اصلاح اور ترقی کا جذبہ کارفرما نظر آتا ہے۔

ابوالکلام آزاد نے پندرہ سال کی عمر میں جامعہ الازہر قاہرہ سے تعلیم مکمل کی۔ہندوستان آکر اٹھارہ سال کی عمر میں روزنامہ''وکیل''امرتسر کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔۱۹۱۲ء میں کلکتہ سے رسالہ''الہلال'' جاری کیا۔''الہلال'' بند ہونے کے بعد ۱۹۱۵ء میں''البلاغ'' جاری کیا اور ساتھ قرآن کا درس دینا شروع کیا۔تحریک آزادی کی وجہ سے کئی مرتبہ قید وبند کی صعبتیں برداشت کیں۔تقسیم ہند کے وقت کانگریس کے صدر تھے اور بھارت کے پہلے وزیر تعلیم مقرر ہوئے۔ان کا تبحر علم،وسعت مطالعہ اور قوت حافظہ غیر معمولی تھا۔''ترجمان القران''،''تذکرہ''،''غبار خاطر''اور ''آزادی ہند'' مشہور تصانیف ہیں۔ذیل کے سطور میں ہم ان اُردو ادب کی عبقری شخصیات کی فکری مماثلتوں کا جائزہ پیش کرتے ہیں۔

تاریخ نویسی:

سرسید،شبلی اور شرر کی تاریخی تصانیف اور ابوالکلام آزاد کے تاریخی مضامین اُردو ادب کا عظیم سرمایہ ہیں۔ سرسید احمد خاں کی''خطبات احمدیہ''۔''سیرت فریدیہ''اور''آثار الصنادید''اپنے اندر گہرا تاریخی شعور لئے ہوئے ہیں۔شبلی اور شرر دونوں بنیادی طور پر تاریخ کا دل ودماغ لے کر آئے تھے۔دونوں بنیادی طور پر مورخ تھے۔شبلی کی معرکۃ آرا تصانیف نہ صرف عصر رواں کی ضرورتوں کو پورا کرتی ہیں بلکہ داستان ماضی بھی اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں۔یہ کتب ایسے دور میں منظر عام پر آئیں جب ملک وملت کو ان کی اشد ضرورت تھی۔اگرچہ اس عہد میں دیگر احباب نے بھی تاریخ نویسی کی طرف توجہ دی لیکن علامہ شبلی کے کارنامے ملک وقوم کے لئے زیادہ مفید ثابت ہوئے۔اس کا سبب یہ ہے کہ اس عہد کے بحرانی دور میں اصلاح معاشرہ کے لحاظ سے یہ تصانیف مقصدی اور آفادی تھیں۔اسی روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے شرر نے بھی شبلی کا اتباع کیا اور''تاریخ ہند''،''تاریخ حروب صلیبیہ''، ''سوانح حضرت جنید بغدادی''،''سوانح حضرت ابوبکر شبلی''،''تاریخ بغداد شریف''،''خلافت عمرو بن سعید''،''تاریخ

ارض مقدس‘‘،’’تاریخ یہود‘‘،’’عرب قبل از اسلام‘‘،’’مصر کی قدیم تاریخ‘‘،’’تاریخ خلافت‘‘ اور’’تاریخ اسلام‘‘ (جلد اوّل، دوم) جیسی یادگار کتب تحریر کر کے تاریخ نویسی میں نمایاں مقام حاصل کیا۔تاریخ نویسی کا یہ وطیرہ مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنے مضامین میں اختیار کیا۔ان کے اخبارات و رسائل’’الہلال‘‘اور’’البلاغ‘‘ کے صفحات اس امر کی غمازی کرتے ہیں۔ان کے مشہور تاریخی مضامین میں خاص شہرت رکھتے ہیں۔

ادبی صحافت:

سر سید،شبلی،شرراور ابوالکلام آزاد کی فکری مماثلتوں کا ایک اور گوشہ’’ادبی صحافت‘‘ ہے۔ان کی نگارشات میں جو اصلاح کا جذبہ کارفرما نظر آتا ہے، دراصل ان کے مشن کا ایک حصہ تھا۔ان بزرگوں نے اپنے افکار و خیالات اور نظریات کی اشاعت کے لئے صحافت کا سہارا لیا۔سائنٹیفیک سوسائٹی (۱۸۶۲ء) کے زیر اہتمام سر سید احمد خان، ’’سائنٹیفیک سوسائٹی اخبار‘‘ کا اجراء کیا۔یہ اخبار نصف اُردو اور نصف انگریزی میں شائع ہوتا تھا۔اس اخبار میں ہندو مسلم کی اصلاح کے لئے بلاتعصب مضامین شائع ہوتے تھے۔ان ادبی، سیاسی و علمی مضامین نے عوام میں ایک نیا شعور بیدار کیا۔بعدازاں اس اخبار کا نام’’علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ‘‘ (۱۸۶۸ء) رکھ دیا گیا۔سر سید احمد خان نے سفر انگلستان کے بعد رسالہ’’تہذیب الاخلاق‘‘ جاری کیا۔اس کا پہلا شمارہ ۲۴ دسمبر ۱۸۷۰ء منظر عام پر آیا۔اس رسالے میں زیادہ تر علمی، معاشرتی، سیاسی مضامین شائع ہوتے تھے۔اس پرچے نے جدید نظریات کی اشاعت و ترویج، عقل پسندی کے ذوق و شوق میں اضافہ کرنے، تحقیقی مسائل میں واقعیت سے محبت اور جذبات سے الگ رہنے کا احساس پیدا کیا۔علامہ شبلی نعمانی نے چند علمائے اکرام سے مل کر’’ندوۃ العلماء‘‘ قائم کیا تو ۱۹۰۴ء میں رسالہ ’’الندوہ‘‘ جاری کیا۔اس کی لوح پر اس کے مقاصد تحریر تھے یعنی’’علوم اسلامیہ کا احیاء‘‘، تطبیق معقول و منقول اور علوم قدیم و جدید کا موزانہ، یہ رسالہ ۱۹۱۲ء تک جاری رہا۔اس پرچے کی تحریریں عام طور پر سنجیدہ و متعین ہوئی تھیں، جن میں منطق کو زیادہ اہمیت دی جاتی تھی۔اسے ادبی دُنیا میں بلند مقام حاصل تھا۔

عبدالحلیم شرر نہ صرف اچھے ناول نگار، ڈرامہ نگار، مورخ تھے بلکہ ان سب سے بڑھ کر ایک اعلیٰ پایہ کے صحافی بھی تھے۔لہٰذا ان کے صحافتی کارناموں کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔شرر نے جنوری ۱۸۸۷ء کو رسالہ’’دلگداز‘‘ جاری کیا۔اور اس کے ذریعے اپنی تاریخ ناول نگاری کا سلسلہ شروع کیا۔یہ پرچہ کئی بار بند ہوا اور کئی بار جاری ہوا۔ ’’دلگداز‘‘ کے اجراء سے پہلے شرر کا کئی اخبارات و رسائل سے تعلق رہا اور مختلف پرچوں مثلاً’’محشر‘‘،’’اودھ اخبار‘‘ اور ان کے اپنے رسائل میں نگارشات شائع ہوتی رہتیں تھیں۔’’دلگداز‘‘ نہ صرف شرر بلکہ دیگر شعراء و ادباء کی پرورش کا گہوارہ تھا۔جسے اُردو ادب کی تاریخ میں منفرد اور نمایاں مقام حاصل ہے۔اس پرچے میں قومی اور سیاسی مسائل پر بھی گفتگو بھی ہوتی تھی۔

ابوالکلام آزاد ایک بلند پایہ خطیب، عالم، ادیب اور مذہبی راہنما ہونے کے ساتھ ساتھ بے مثل صحافی بھی تھے۔اخبار بینی کا بچپن ہی سے شوق رکھتے تھے۔۱۹۰۰ء میں کلکتہ کے ہفت روزہ اخبار’’المصباح‘‘ کے ایڈیٹر اور پھر

''احسن الاخبار'' کی تدوین وترتیب میں حصہ لیتے رہے۔''تحفہ مجموعہ''اور''خدنگ نظر'' کی بھی ادارت کی۔محمد یوسف جعفری کے ساتھ مل کر''لسان الصدق'' بھی جاری کیا۔وکالت کے دنوں میں''وکیل''اور''الندوہ'' سے بھی وابستگی جاری رہی۔ ہفت روزہ اخبار''الہلال'' جاری کیا۔ان کے نزدیک صحافت ایک مقدس اور مشن کا درجہ رکھتی تھی۔ان کا مقصد نہ تو صحافت کے ذریعے دولت سمٹنا تھا اور نہ ہی کسی کی امداد قبول کرتے۔''الہلال'' کے شمارہ اوّل میں اس کی اشاعت وترویج کے مقاصد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں''بلاشبہ میں نے پریس کھولا،اور ایک رسالہ جاری کیا۔لیکن یہ صرف اس لیے کہ اظہار خیال اور تبلیغ مقصد۔اس کا اس سے بہتر اور زود عمل طریق،اور کوئی نہ تھا۔ پس میرے کاموں کی بنیاد تبلیغ ہے۔نہ کہ تجارت۔''اِس اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جریدہ کا مقصد مسلمانوں میں بیداری اور اصلاح کا جذبہ پیدا کرنا تھا۔ابوالکلام آزاد کے اس پرچے کو کمال حاصل ہے کہ اس میں تاریخ،جغرافیہ، نفسیات،سیاسیات،معاشیات،ادب اور عصر رواں پر بھرپور مضامین اور تبصرے شائع ہوتے تھے۔مندرجہ بالا بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ''ادبی صحافت''ان بزرگوں کا ایسا آفکار تھا جنہیں عوامی فلاح اور بیداری کے لئے استعمال کیا اور اپنی فکر کے مشترک دھاروں سے تاریخ کا رُخ بدلا۔

تعلیمی زاویے:

مذکورہ احباب کی فکری مماثلتوں میں ایک اور اہم نکتہ''تعلیمی زاویئے'' ہیں۔سرسید،شبلی،عبدالحلیم شرر اور ابوالکلام آزاد کا شمار نامور ماہرین تعلیم میں ہوتا ہے۔البتہ نکتہ نظر کا فرق ہوسکتا ہے لیکن مقصد ایک تھا۔یعنی مسلمانوں کی تعلیم وتربیت اور اصلاح،وہ اعلیٰ تعلیم کو اعلیٰ عہدوں کے حصول کا ذریعہ سمجھتے تھے۔سرسید کا یہ وطیرہ تھا کہ وہ مغربی علوم کی ترویج واشاعت کے لئے ہمیشہ انگریز اساتذہ کا تقرر کرتے۔ان کا نظریہ تھا کہ طلباء کی تہذیب وشائستگی صرف اعلیٰ تعلیم یافتہ اساتذہ ہی کر سکتے ہیں۔سرسید کی طرح شبلی بھی جدید سکول وکالج قائم کرنے کے حق میں تھے۔ اعظم گڑھ کا''شبلی ہائی سکول''اس کی واضح مثال ہے شبلی ان اداروں میں اسلام،فقہ اور تاریخ کی کتب پڑھانے کے خواہش مند تھے۔شرر نے اپنی لازوال تحریروں کا ذریعے علمی وذہنی انقلاب پیدا کرنے کی کوشش کی۔شرر نے قومی تقاضوں کے پیش نظر جو بھی لکھا۔اسے قاری کے لئے زیادہ سے زیادہ دلچسپ اور پراثر بنانے کی کوشش کی۔یاد رہے کہ ۱۹۰۸ء میں حیدرآباد میں نائب ناظم تعلیمات کے عہدے پر بھی فائز رہے۔علمی وادبی اور تعلیمی حوالے سے شرر کے مضامین''زبان اُردو کی شامت''،''عربی رسم الخط''،''دہلی اور لکھنو کی اُردو''،علامات اوقاف،''اُردو اور ہندی'' اور''اُردو لٹریچر اور محکمہ قوانین''،خاصے کی چیزیں ہیں۔

جہاں تک ابوالکلام آزاد کا تعلق ہے وہ آزادی ہند کے بعد ہندوستان کے تاحیات وزیر تعلیم مقرر ہوئے۔ اس عہد میں جب مغربی تعلیم وتہذیب اور نئے فکری رجحانات ہندوستان کی ذہنی فضا میں سرایت کر رہے تھے انہوں نے بتایا کہ: وہ مغرب کی تقلید اور انگریز کی نقالی دینی اعتبار سے غلط،اخلاقی اعتبار سے مہلک،سیاسی اعتبار سے تباہ کن اور تہذیبی اعتبار سے خسارے کا سودا ہے۔اس کے مقابلے میں مسلمانوں کے لئے صحیح راہ عمل صرف یہ ہے کہ وہ اپنے

دین کی بنیاد پر اپنی دُنیا کی تعمیر کوشش کریں۔ابوالکلام آزاد نے نوجوانوں کو اجتماعی اور انفرادی سطح پر نئے اندازفکر کی بنیاد ڈالی، یوں کہا جاسکتا ہے کہ سرسید،شبلی،شرراورابوالکلام آزاد نے اپنی اپنی بساط کے مطابق ہندوستان میں تعلیمی انقلاب برپا کرنے کی بھرپور کوشش کی۔

مذہبی ودینی مماثلتیں/قدریں:

ہندوستان میں بعض ایسے مفکر بھی پیدا ہوئے جنہوں نے اسلامی علوم وفنون کی تشریح وتوضیح علم الکلام اور عقلی استدلال سے کی۔ایک گروہ نے ہندومت اور عیسائی مذہب کی یلغار کو روکنے کے لئے سعی کی اور دین اسلام کا پرچم سربلند کیا تو دوسری طرف ایک گروہ نے اسلامی تاریخ اور اسلامی الٰہیات کی ترویج میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ یوں قرآن مجید کے تراجم سے دینی ادب کا ایک سلسلہ شروع ہوا جس نے مختلف موضوعات میں وسعت اختیار کی۔ یوں کثیر تعداد میں مصنفین کی ایک جماعت تیار ہوئی جس نے اجتہادفکر ونظر میں انمٹ نقوش مرتب کیے۔سرسید، شبلی،شرراور مولانا ابوالکلام آزاد کا شمار دوسرے گروہوں میں ہوتا ہےفکر ونظر کی یہ مماثلث ہمیں ان کے دینی افکار میں بھی نمایاں نظر آتی ہے۔قطع نظر سرسید احمد خاں کے مذہبی نظریات کے،''خطبات احمدیہ'' سرولیم کی تصنیف، ''لائف آف محمدؐ'' کا بھرپور جواب ہے۔اس عہد میں اسلام کی حمایت میں جو کتب تصنیف ہوئیں۔ان میں ''خطبات احمدیہ'' کو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔۱۸۴۳ء میں شائع ہونے والی تصنیف ''جلاء القلوب بذکر المحبوب'' نبی پاکؐ کی مختصر سوانح عمری ہے جو محافل میلادؐ میں پڑھنے کے لئے لکھی گئی۔''تفسیر القرآن'' جلداوّل ۱۸۸۰ء،جس میں ابتدائی سولہ (۱۶) سورتوں کی تفسیر لکھی۔سرسید احمد خان کا مقصد تحریر مغربی علوم اور مذہب اسلام میں مصالحت تھا۔علی گڑھ کے قیام کے دوران شبلی کے افکار میں وسعت آئی۔مطالعہ تاریخ کا ذوق پیدا ہوا تو یورپین کتب کے مطالعہ کی بدولت تحقیق کی نئی راہیں ان پر آشکار ہوئیں انہوں نے قیام علی گڑھ کے دوران ہی اسلام کے نامور مفکرین کی سوانح لکھنے کی ابتدا کی۔شاعری کے نت نئے موضوعات کو اپنایا جس میں اسلامی موضوعات کو اہم مقام حاصل ہے۔انہوں نے اسلام کے ماضی کی طرف اشارے ہی نہیں کیے بلکہ اس کی عظمت کو عیاں کرنے کے لئے ایک راہبرو راہنما کی حیثیت سے کام کیا۔''سیرت النبی'' کا منصوبہ اُن کا عظیم الشان کارنامہ ہے۔

تاریخ سے محبت اور عظمت رفتہ کا تذکرہ عبدالحلیم شرر کی بھی طبیعت کا خاصا تھا،انہوں نے تاریخ اسلام کو ناول کے روپ میں پیش کیا اور تخیلی کرداروں کو ذوق شہادت سے ابھار کر مذہب اسلام کی عالم گیریت سے روشناس کرایا۔شرر نے ''تاریخ اسلام'' اور''تاریخ خلافت'' بھی تصنیف کی،علاوہ ازیں سیرت النبی کے حوالے سے ''خاتم المرسلین'' بھی تحریر کی جبکہ اس سے بیشتر''ذی النورین'' پیش کر چکے تھے۔ایک اور مذہبی تصنیف ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا'' ان کے علاوہ ''دلگداز'' میں مختلف مواقع پر مذہبی مضامین شائع ہوتے رہے جن میں ''ہمارے مذہبی جھگڑے''،''فلسفہ تصوف اسلام''،''خاندان نبوت''،''اسلام اور تھیٹر''،اور''دین اسلام'' (منز کوی لیم کی کتاب کے جواب میں) خاص اہمیت کے حامل ہیں۔

ابوالکلام آزاد کی معروف تصنیف ''ترجمان القران'' مذہبی لٹریچر میں نمایاں مقام کی حامل ہے۔علاوہ ازیں ان کی تصنیف ''شہادت حسین'' بھی اہم تصنیف ہے۔''البلاغ''اور''الہلال'' میں بھی ان کے مذہبی خیالات کے دھارے پھوٹتے ہیں۔آزاد نے حصول نجات کا ذریعہ ایمان وعمل میں ہم آہنگی کو قرار دیا۔ یوں انسان اور خدا کے درمیان رشتہ ربوبیت استوار کیا۔اگر آزاد کی ''سورہ فاتحہ'' کی تفسیر کا مطالعہ کیا جائے اور وہ مقالات جن کا تعلق مذہبی افکار سے ہے تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ انہوں نے عشق وجنون کی تفسیر عقلی زاویوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کی۔اور اپنے عہد کے ہر شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے خواص وعوام کو متاثر کیا۔مندرج بالا بحث سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ سرسید،شبلی،شرر اور مولانا ابوالکلام آزاد کی دینی و مذہبی فکری زاویے بھی مذہب وملت کے لئے یکساں تھے۔یہی وجہ ہے کہ مغرب سے جو علوم آئے ان سے بھرپور استفادہ کیا گیا۔

انشائی ادب:

عہد سرسید میں نثر نگاروں نے مقفع و مسجع نثر کی بجائے آسان اور سادہ نثر کو رواج دینے کی کوشش کی۔اس کی ایک صورت انشا نگاری کی صورت میں منظر عام پر آتی ہے۔لہٰذا سرسید اور ان کے رفقاء نے انشاء کے نت نئے اسالیب مرتب کیے بلکہ انگریزی ادب کے انشاء پردازوں کے خیالات سے بھی اُردو دان طبقے کو روشناس کرایا۔سرسید کو اُردو ادب کا پہلا انشائیہ نگار قرار دیا جاتا ہے انہوں نے جہالت، معاشرتی بے راہ روی، توہم پرستی جیسی برائیوں سے معاشرے کو دور کرنے کے لئے ''تہذیب الاخلاق'' کا اجراء کیا تھا۔''تہذیب الاخلاق'' میں شائع ہونے والے بعض مضامین انشائیے شمار کیے جاتے ہیں مثلاً خوشامد، بحث وتکرار، آپنی مدد آپ، امید کی خوشی، گذرا ہوا زمانہ، آزادی رائے، قومی ہمدردی، خودغرضی، ریا، مخالفت، سراب حیات، سولزیشن، تربیت اطفال، رسم ورواج کے نقصانات، تعصب، کاہلی، اخلاق، وحشیانہ نیکی، ان مضامین کو دیکھتے ہوئے سرسید احمد خان کی شخصیت ہمارے سامنے ایک جذباتی مبلغ کی صورت میں اُجاگر ہوتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ انیسویں صدی کے آخری ربع میں اور بیسویں صدی کے نصف اول تک جتنے نثری نمونے ہمارے سامنے آتے ہیں ان میں زیادہ تر مضمون نویسی کا رجحان نظر آتا ہے۔یہ سلسلہ سرسید سے لے کر پطرس بخاری تک پھیلا ہوا ہے لیکن حیرت انگیز حقیقت یہ ہے کہ کسی ادیب نے بھی اپنی نگارشات کے لئے ''انشائیہ'' کا لفظ تک استعمال نہیں کیا۔علامہ شبلی نعمانی کا اسلوب دلکش اور ادبی شان کا حامل ہے۔اور ان کے مضامین کی نوعیت مقصدی، تحقیقی اور تاریخی ہے۔تاہم ان کے تحریروں میں انشائیہ نگاری کا لطف وسرور ضرور اٹھایا جا سکتا ہے۔سیرۃ النبی (جلداوّل) میں ''ظہورقدسی'' کے عنوان سے لکھی گئی تحریر اس امر کا ثبوت ہے۔

> ''چمنستان دہر میں بارہا روح پرور بہاریں آچکی ہیں چرخ نادرۂ کار نے کبھی کبھی بزم عالم اس سروسامان سے سجائی کہ نگاہیں خیرہ ہو کر رہ گئی ہیں۔لیکن آج کی تاریخ وہ تاریخ ہے جس کے انتظار میں پیر کہن سال دہر نے کروڑوں برس صرف کر دیئے۔سیارگان فلک اس دن کے شوق

میں ازل سے چشم براہ تھے۔ چرخ کہن مدت ہائے دراز سے اسی صبح جان نواز کے لیے لیل ونہار کی کروٹیں بدل رہا تھا۔کارکنان قضاوقدر کی بزم آرائیاں عناصر کی جدت طرازیاں، ماہ وخورشید کی فروغ انگیزیاں، ابرو باد کی تردستیاں، عالم قدس کے انفاس پاک، توحید ابراہیم، جمال یوسف معجزطرازی موسیٰ، جاں نوازی مسیحؑ سب اسی لیے تھے کہ یہ متاع ہائے گراں اورشہنشاہ کونین (ﷺ) کے دربا میں کام آئیں گے۔''۲؎

مولانا عبدالحلیم شرر کے انشائی ادب میں اصلاح قوم کا جذبہ کارفرما ہے۔ انہوں نے مختلف النوع موضوعات پرانشایئے لکھے۔جن میں دیہات کی زندگی،غریب کا چراغ،سفرنامہ ہستی،ٹوٹا ہوا کھنڈر، کامیابی،کل،ہما اورآج وغیرہ شامل ہیں۔شرر کے بعض انشایئے ایسے ہیں کہ ان میں مولانا محمد حسین آزاد کی بازگشت سنائی دیتی ہے مثلاً دماغی دربار،عقل ونقل کا جھگڑااوررنج والم وغیرہ شامل ہیں۔ایڈیشن اور گولڈسمتھ کے انشائیوں کا ترجمہ کرکے اسے اُردو میں منتقل کرنے کا سہرہ بھی شرر کے سر ہے۔ڈاکٹر شریف احمد کا کہنا ہے کہ:

''اُردوادب میں شرر کی بڑی حیثیت ناول نگار کی ہے اوراس کے بعدانشائیہ نگارکی۔انہوں نے تقریباً ایک ہزار کچھ انشایئے اپنی پوری ادبی زندگی میں سپردقلم کیے ہیں۔اس تعداد یا کمیت کے لحاظ سے یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اُردوانشائیہ کی دُنیا میں ان کا کوئی مدمقابل نہیں۔''۳؎

مولانا ابوالکلام آزاد کی کتاب ''غبار خاطر'' جوان کے خطوط کا مجموعہ ہے۔ جوقلعہ احمد نگر میں اسیری کے دوران مولانا حبیب اللہ خان شیروانی کے نام تحریر کئے گئے۔ یہ ایک ایسی تحریر ہے جوانشائیہ نگاری کے اصولوں پر بھی پوری اُترتی ہے۔ وہ اس طرح کہ اگران خطوط میں سے بعض کے''مخاطب کا نام'' حذف کردیا جائے تو وہ کسی نہ کسی صورت مضمون کی صورت اختیار کرلیتے ہیں اوراس میں دلکش اسلوب اورمزاح کی چاشنی بھی ہے اورانشایئے لطیف کی خوبصورت لطافت وشرینی بھی اوران میں اشعار کا برمحل استعمال چنانچہ اشعاران کی نثر کا ایک ایسا حصہ معلوم ہوتے ہیں کہ ان میں سے ایک شعر بھی حذف کردیا جائے تو مطلب سمجھ میں نھیں آئے گا۔یوں آزاد کے مضامین، انتہائی ادب کے آئینہ دار بن جاتے ہیں۔ یوں سرسید،شبلی،شرراورابوالکلام آزاد کے فکری زاویوں میں انشائی ادب بھی شامل ہے، انشائیہ نگاری میں بھی ان بزرگوں کی نگارشات ایک خاص، مقصد اختیار کرلیتی ہیں۔ وہ کسی نہ کسی صورت میں معاشرے کی دکھتی رگوں پر ہاتھ ہی نہیں رکھتے بلکہ مرہم بھی فراہم کرتے ہیں کیونکہ انشایئے کا مقصد ہی کسی عام چیز کومختلف حوالوں سے ایک نئے انداز میں تحریر کرنے کا نام ہے۔

سفرناموں میں فکری جہتیں:

سفرنامہ اُردوادب کی معروف ترین مصنف ہے جس میں سیاح دوردراز کا سفراختیار کرکے واپس آکر اپنے مشاہدات وتجربات میں دوسروں کوشریک کرتا ہے۔ چنانچہ لکھے ہوئے یہ مشاہدات سفرنامہ کہلاتے ہیں۔ انیسویں صدی کے نصف ثانی میں سرسیداحمد خاں اورشبلی نے یورپ اورمصروشام کا سفراختیار کیا واپسی پرانہوں نے

اپنے اپنے سفر کے بارے میں خیالات کا اظہار کتابی صورت میں کیا تو انہیں ادب میں قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا یوں دیگر ادباء نے بھی سفرناموں کی طرف توجہ دی۔ سرسید احمد خاں کا سفر نامہ ''مسافران لندن'' پہلے ''تہذیب الاخلاق'' میں قسط وار شائع ہوتا رہا۔ بعدازاں ۱۸۶۹ء میں کتابی صورت میں منظر عام پر آیا۔ دراصل سرسید احمد خاں کا یہ سفر نامہ ایک سیاح کی تخلیق ہے جو وطنی اور قومی تقاضوں کے پیش نظر لکھی گئی۔ دراصل یہ سفر نامہ مقصدی تھا اور مقصد کو سفر کا وسیلہ بنا کر اپنے عزائم کی تکمیل چاہتا تھا جس میں سرسید کامیاب رہے اس کے باوجود مذکورہ سفر نامے میں لندن کے حالات اور وہاں کی تہذیب معاشرت کی جیتی جاگتی تصویریں پیش کی گئی ہیں۔ سرسید احمد خاں کا دوسرا سفر نامہ ''سفرنامہ پنجاب'' کی صورت میں ہمارے سامنے آتا ہے۔ یہ سفر بھی سیاسی اور سماجی سرگرمیوں پر مشتمل تھا۔ اندورن ملک سفرناموں میں اسے خاص مقام حاصل ہے۔ علامہ شبلی کا واحد ''سفر نامہ مصروشام وروم'' ہے جو ۱۸۹۴ء میں شائع ہوا۔ یہ سفر نامہ خالص علمی تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے لکھا گیا اگر ہم سفر نامے کو مقصدی کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ جب علامہ شبلی نعمانی کو مشاہیر اسلام پر کتب لکھنے کا ذوق پیدا ہوا تو مستند مواد کے حصول کے لیے ۱۸۹۲ء میں راہ سفر اختیار کی۔ بیت المقدس اور بیروت پہنچ کر نہ صرف کتب سے استفادہ کیا بلکہ اس دور کے نامور علماء وفضلا سے بھی ملاقاتیں کیں اس سفر نامے کا کمال یہ ہے کہ اس میں تہذیبی وتمدنی اور معاشرتی وسماجی اقدار کو بھی احاطہ تحریر میں لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس سفر نامے میں شبلی کا علمی وادبی مقام ومرتبہ زیادہ نمایاں نظر آتا ہے۔

عبدالحلیم شرر نے ۱۸۹۷ء میں لندن کا سفر اختیار کیا تو واپسی پر اپنی یاداشتوں کو سفرنامے کی صورت میں پیش کیا۔ جن میں ''چند گھنٹے جبرالٹر میں''، ''اٹلی کی مختصر سیر''، ''اور ''سوئٹزر لینڈ'' خاص اہمیت کے حامل ہیں یہ سفر نامے پہلے ''دلگداز'' میں شائع ہوتے رہے بعدازاں کتابی صورت میں ۱۸۹۷ء میں شائع ہوئے ان سفرناموں میں حالات وواقعات سے زیادہ تاریخی معلومات پر اکتفا کیا گیا ہے ۱۸۹۷ء ہی میں ایک اور سفر نامہ ''ہمارا سفر پالن پور'' شائع ہوا یہ سفر نامہ اندرون ملک سفر کی داستان ہے جس میں پالن پور کے تمدن، ثقافت، رہن سہن اور حکومت کے متعلق یاداشتیں محفوظ ہیں۔

مندرجہ بالا بحث کے بعد یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اگر انیسویں صدی میں ان عبقری شخصیات کے ادبی کارنامے وجود میں نہ آتے تو ممکن تھا کہ آج اُردو نثر اتنی ترقی پذیر نہ ہوتی۔ یہ ترقی انہی محترم شخصیات کی ان تھک کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ سرسید، شبلی، شرر اور مولانا ابوالکلام آزاد نے جو ادبی، تعلیمی، مذہبی، فلسفیانہ مضامین اور انشائی ادب تخلیق کیا اور اُردو ادب کا دامن سفرناموں سے بھرا، ان کے افکار وخیالات میں باہمی مماثلث روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ ان محترم ومعزز شخصیتوں کا انداز نگارش اور لب ولہجہ تو مختلف ہوسکتا ہے، مگر سب کا نقطہ نظر یکساں ہے۔ مذہب وملت، وطن پرستی، اصلاح معاشرہ مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی داستان اور شاندار مستقبل کی نوید اور مختلف شعبہ ہائے زندگی میں ترقی کا جذبہ ان کے دلوں میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ مسلمانوں کی تعلیمی واقتصادی ترقی کے جذبات ان میں موجزن ہیں۔ یہ احباب ملک وقوم کے عظیم محسن اور راہبر تھے۔ ان کی ان تھک کاوشوں نے ادب و

معاشرے پر دوررس نتائج مرتب کئے۔ اُردو ادب کے ذخیرے کو نادر و نایاب واصناف ادب سے مالا مال کیا۔ ان کے فکر و فن کی مماثلتوں کے سبب مستقبل کے ناقدین ومحققین اور شائقین ادب مستفید ہوتے رہیں گے۔ ملک وملت اور ادب کو آج بھی ایسے ہی مخلص اور بے لوث فدایانِ قوم کی ضرورت ہے۔

حواشی:

۱۔ ابوالکلام آزاد،الھلال (ہفتہ روزہ)،جلد۱،شمارہ اوّل، جولائی ۱۹۱۲ء،ص:۱

۲۔ شبلی نعمانی،علامہ،سیرت النبیؐ (جلد اوّل و دوم)،(لاہور:الفیصل،۱۹۹۱ء)،ص:۱۱۴

۳۔ شریف احمد،ڈاکٹر،عبد الحلیم شرر: شخصیت اور فن،(دہلی: گوہر پبلی کیشنز،۱۹۸۹ء)، ص:۲۰۵

مآخذ:

۱۔ شبلی نعمانی،علامہ،سیرت النبیؐ (جلد اوّل و دوم)،لاہور:الفیصل،۱۹۹۱ء۔

۲۔ شریف احمد،ڈاکٹر،عبد الحلیم شرر: شخصیت اور فن،دہلی: گوہر پبلی کیشنز،۱۹۸۹ء۔

☆☆☆